تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ختم شد برنفس پاکش ہر کمال — لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

(کلام مسیح موعود)

جنوری ۲۰۱۱ء

ایڈیٹر: ممتاز عالم

Rs.10

تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ
چودھویں صدی
دہلی

سرپرست
جناب شوکت اے علی صاحب
دامت برکاتہم

ایڈیٹر
مفتی ممتاز عالم

جلد نمبر.........۱۲
شمارہ.........۱
صفر المظفر ۱۴۳۲ھ
بمطابق جنوری ۲۰۱۱ء

بدل اشتراک
فی شمارہ.........۱۰/روپے
سالانہ.........۱۰۰/روپے
بیرون ملک.........۱۰/پونڈ
ڈالرامریکن.........۱۲ڈالر

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت کا پتہ: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا L-25A، دلشاد گارڈن، دہلی۔110095 فون 011-22596616 (موبائل) 9910750455
E-mail:ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Websites: www.aaiil.org

قارئین حضرات!　　السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

امن وآشتی کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پیشتر مسلمانوں اور پوری دنیا کو بطور پیشینگوئی آگاہ کر دیا تھا کہ ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے جس میں دجالی طاقتوں کا ظہور ہوگا اوران کے کرتوتوں سے پورے عالم پر خطرات کے بادل چھا جائیں گے۔ بظاہر وہ امن وآشتی کا ڈھونگ رچائیں گے مگراس کے برعکس کام کریں گے اور فتنہ گری کو ہوا دینا انکی فطرت ہوگی۔ آپ نے اس دور کے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہوشیار رہنا۔ ناگاہ! ان کا ساتھ ہرگز نہ دینا اور احادیث کی کتابیں ان پیشینگوئیوں سے بھری پڑی ہیں۔ آپ نے انکی یہاں تک نشاندہی فرمائی اور بتایا کہ ابھی بھی انکا وجود ہے لیکن اِس وقت انہیں وہ قوت اور طاقت میسر نہیں۔ ابھی وہ گرجاؤں تک محدود ومحصور ہیں۔ جب ان کے خروج اور شان وشوکت کا زمانہ آئے گا تو وہ دنیا میں طوفان برپا کرنا شروع کر دیں گے اُس وقت عموماً لوگ ان کے علم وفن اور صنعت گری پر فریفتہ ہو جائیں گے اوران کے بہکاوے میں آکر ان کے ساتھ ہو جائیں گے تب وہ انہیں اپنی مصنوعی جنت کا مزے دار نظارہ دکھائیں گے حالانکہ وہ ان کے لئے جہنم ہوگی۔ اسوقت خدا کا فرستادہ ایک ''مردمومن'' آواز دے گا اور لوگوں کو بتائے گا کہ یہی وہ دجال ہے جس کی خبر محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے دی تھی۔ یہاں پر یہ واضح کر دیں کہ ان باطل قوتوں پر فتحیابی کا سہرا آپ نے اسی 'مردمومن'' کے سر باندھا ہے اور اسے اللہ کا خلیفہ اور مہدی ومسیح گردانا ہے اوراس عہد کے لوگوں کو تاکید فرمائی ہے کہ ''جب وہ آجائے تو اس کو میرا اسلام پہنچانا گرچہ برف کے پہاڑ پر ہی چڑھ کر کیوں نہ جانا پڑے، اوراس کی مسیحائی کا دم بھرنا پھر وہ دنیا کے سبھی انسانوں کوان مصیبتوں سے چھٹکارا دلائے گا جن میں وہ گرفتار ہو چکے ہوں گے۔

چنانچہ بعینہ ایسا ہی ہوا مخبر صادق حضرت محمد ﷺ کی پیشینگوئی پوری ہوئی اور چودھویں صدی کے سر پر وہ مردمومن مسیح موعود ہوکر حضرت مرزا غلام احمدؑ کی شکل میں نمودار ہوا اور دنیا والوں کو بتایا کہ میں وہی مسیح ہوں جس کی آمد کی پیشگوئی نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور اُمت مسلمہ کے ساتھ ساتھ دنیا کے سبھی لوگوں کو خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں آگاہ کیا کہ درحقیقت وہی اقوام دجال اور یاجوج وماجوج ہیں۔ جو ہم پر ظلم ڈھا رہے ہیں اور دنیا کو اپنے چنگل میں لینے کے لئے رات و دن طرح طرح کے پلان و منصوبے بنا رہے ہیں۔ آپ نے اپنے ''حکم و عدل'' کے فرائض کوانجام دیتے ہوئے ان سب پیشگوئیوں کوان اقوام پر چسپاں کر دیا جو صدیوں سے علماء اور محققین کے مابین موضوع بحث بنی ہوئی تھیں اور بظاہر ان کے مابین کوئی تطبیق نظر نہیں آرہی تھیں آپ نے اپنے خداداد ''علم وعرفان'' کے ذریعہ ہر طرح سے ان کی تشریح وتطبیق فرمادی مگر افسوس! سوائے چند لوگوں کے۔ دنیا والوں نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو وہ صدیوں سے اللہ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ کرتے آئے تھے یہاں تک کہ ایک صدی کا طویل عرصہ گزر گیا اور دنیا والوں نے وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا جن سے وہ انہیں آگاہ کر گئے تھے۔ جن کو دیکھنا ہو جماعت احمدیہ کی کتب ان تفصیلات سے بھری پڑی ہیں۔ یہاں اتنا ضرور بتا دیں کہ جن حضرات کو اب بھی مسئلہ دجال اور یاجوج و ماجوج ''بلحاظ قوم'' سمجھنے میں دشواریوں کا سامنا ہے اور احادیث میں مذکور دجال کے لفظ واحد سے کسی کشمکش میں مبتلا ہیں، حدیث نبوی کے الفاظ ''**فھو فی بحر العراق**'' کے مطابق آج بھی اسے عراق کے

سمندر (خلیج فارس) میں اپنے لشکروں کے ساتھ ظلم وستم کا کھلا مظاہرہ کرتے دیکھا جاسکتا ہے۔

آج جب ہم ان دجالی مظالم کی شکار قوموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں سب سے زیادہ انکے ظلم و بربریت کی شکار مسلم اقوام ہی نظر آتی ہیں جو ہمارے لئے انتہائی عبرت کا مقام ہے۔ جب ہم اپنے گریبان میں جھانکتے ہیں تو ہم خود ہی بڑے قصوروار دکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً اپنے فرائض کی انجام دہی سے غفلت، تفرقہ بازی کے شکار، علم و ہنر سے بے بہرا، طہارت و پاکیزگی سے لاپرواہ، جہالت وتاریکی میں مگن نظر آتے ہیں۔ غرض کہ اس طرح کے سیکڑوں عیوب ہیں جو آج اس قوم میں داخل ہوچکے ہیں۔ لیکن جب ہم ان خرابیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں بنیادی غلطی فقط ایک ہی نظر آتی ہے یعنی اپنے زمانہ کے محسن ومسیحا کو اور نہ ماننا۔ لہذا آج ہم سبھی اپنا رشتہ زمانہ کے امام سے جوڑنے کی فکر کرنی چاہئے اور امن آشتی کی پہلے سے چل رہی اس مہم کو طاقت دینی چاہئے تاکہ دنیا میں برادرانہ ماحول قائم ہو، اور کرۂ ارض پر امن وسکون یعنی اسلام کا بول بالا ہو، دراصل اسی میں مسلمانوں کی بھلائی اور انسانیت کی کامیابی اور عافیت کا راز مضمر ہے۔

اگر آج بھی اس قوم کے علماء ورہنما ایک ہوجائیں اور آپسی بغض وکینہ سے یکسر بیزار ہوکر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم'' کے تحت اللہ اور رسولؐ کے احکام کی بجا آوری کرتے ہوئے اپنی ہر مخالفانہ روش کو خیر باد کہہ دیں تو صرف یہی نہیں کہ قوم مسلم کی اندرونی برائیاں دور ہوجائیں گی اور فتنۂ دجّال کا خاتمہ ممکن ہے بلکہ رب العلمین اپنے وعدہ ''وعداللہ الذین اٰمنو امنکم وعملوا الصٰلحت....ولیبد لنھم من بعد خوفھم امنا'' (النور ۵۵) کو دہرائیگا اور مومنوں کے دین کو روئے زمین پر مضبوطی سے قائم کردے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کردے گا اور مومنین کو حسب سابق اپنی خلافت سے سرفراز کرے گا۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری صفوں میں اتحاد ہو۔ ہم آج بھی وحدت ملی کے جذبہ کو لے کر عروج کے زینے پر قدم رکھ سکتے ہیں، آج جب کہ ہم اپنے اسلاف کے کارناموں کی تفصیل پڑھتے ہیں اور پھر اس کا موازنہ موجودہ دور کے مسلمانوں کی زبوں حالی سے کرتے ہیں تو ہمارے قلوب میں یہ تڑپ پیدا ہوجاتی ہے کہ کاش! اس وقت کے مسلمان بھی غور وفکر اور تدبر سے کام لیتے اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر دین ودنیا میں وہی اعلیٰ وارفع مقام حاصل کرتے جوانہوں نے حاصل کیا تھا۔

تاریخ گواہ ہے جس دور میں مسلمان متقی تھے اور ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتے تھے اور اسلام کے مقاصد عالیہ کی تکمیل میں یکجا ومتحد تھے وہی زمانہ اسلام کا عہد زریں تھا اور اکناف عالم میں ان کا سکّہ رائج تھا لیکن جب سے یہ قوم اپنی ذاتی اغراض و مقاصد میں گرفتار ہوگئیں تو ان میں ایسے علماء وفتنہ گر پیدا ہوئے جنہوں نے اخوت اسلامی و اتحاد ملی کو بالائے طاق رکھ کر اپنے تکفیر کی تیغ بے نیام کرلی اور پھر ان کے فتووں وفتنہ گری سے کوئی مومن محفوظ نہ رہا۔ اللہ ہم سبھی کو اس سے محفوظ کرے ہردم سب کے لئے ہی رہی یہی دعا ہے اللہ حافظ۔

○○○

درس قرآن

سورہ فاتحہ پر ایک نظر

ازمولانا محمد علی لاہوریؒ

الحمدلله رب العالمين. الرحمن الرحيم. ملك يوم الدين. ايا ك نعبدواياك نستعين. اهدناالصراط المستقيم. صراط الذين انعمت عليهم غيرالمغضوب عليهم ولاالضالين.

ترجمہ: اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لیے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔

ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔

خلاصۂ مضمون

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی چار صفات: اس سورت میں کل سات آیات ہیں جن میں سے پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی ان چار صفات کاملہ کا ذکر ہے، جن پر اس دنیا کا کل نظام قائم ہے۔ **ربوبیت**، یعنی پہلی آیت میں ربوبیت یا وہ صفت جو ہر ایک مخلوق کو اپنے دائرہ کے اندر کمال تک پہنچاتی ہے۔ **رحمانیت:** دوسری آیت میں رحمانیت یا وہ صفت جو ہر شے کے اپنے کمال تک پہنچنے کے لیے ضروری اسباب اس کے وجود میں آنے سے بھی پہلے مہیا فرماتی ہے۔ **رحیمیت:** اور رحیمیت یعنی وہ صفت جو ان سامانوں سے فائدہ اٹھانے پر اعلیٰ درجہ کے ثمرات مرتب فرماتی ہے۔ **مالکیت:** اور تیسری آیت میں مالکیت یا وہ صفت جو ان سامانوں سے فائدہ نہ اٹھانے پر یا قوانین کی خلاف ورزی پر سزا دیتی ہے تا کہ نظام عالم قائم رہے اور چیزیں اپنے کمال کو پہنچتی رہیں۔ چوتھی آیت میں بندہ کا یہ اقرار ہے کہ صرف وہی ذات پاک جس کی محامد پہلی تین آیات میں مذکور ہیں لائق عبادت ہے اور صرف اسی سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔

سورہ فاتحہ کے دو حصے اور ان کا باہم تعلق

آخری تین آیات میں راہ راست پر چلنے اور تفریط و افراط سے بچنے کی دعا ہے۔ پس پہلی تین آیات صرف محامد الٰہی کے لیے ہیں۔ آخری تین بندہ کے لیے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات کا وارث ہو اور درمیانی آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے عبد کا تعلق ہے یعنی دونوں میں مشترک ہے، اور اس سے پہلے حصہ یعنی ایاک نعبد کا تعلق درحقیقت پہلی تین آیتوں سے ہے کیونکہ وہ کامل محامد جن کا ذکر ان آیات میں ہے اسے مستحق عبادت ٹھہراتی ہیں اور جب وہ مستحق عبادت ہوا تو اعانت کا طلب کرنا بھی اسی سے ضروری ہوا۔ اب اس پچھلے حصہ ایاک نستعین کا تعلق پہلے حصہ سے قائم ہو گیا اور پھر اس استعانت کی تشریح آخری تین آیات میں فرمائی اور یوں اس کا تعلق آخری تین آیات سے ہو گیا۔ یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس کو ترمذی نے حسن قرار دیا ہے کہ صلوٰۃ یعنی فاتحہ مجھ میں اور میرے بندہ میں نصف نصف ہے۔ قال الله قسمت الصلوة بيني وبين عبدي نصفين ولعبدي ماسأل۔

سورہ فاتحہ کے ابتدا میں رکھے جانے کی وجہ اس کی عظمت ہے

صحیح احادیث میں اس کو اعظم السور فی القرآن کہا گیا ہے یعنی قرآن کریم کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت، اس کی عظمت اول تو خود اس سے ظاہر ہے کہ نماز میں جسے مومن کا معراج قرار دیا گیا ہے۔ ہر رکعت میں اس سورت کا پڑھنا ضروری ہے اس کے ساتھ اور جہاں سے چاہے پڑھ لے۔ پھر اس کا نام ام الکتاب بتاتا ہے کہ یہ سورت گویا قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ قرآن کریم کی اصل غرض محامد الٰہی کا بیان کرنا اور انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچانا ہے۔ چنانچہ اس سورت کے پہلے حصہ میں وہ محامد مذکور ہیں اور پچھلے حصہ میں انسانی کمال کے حصول کا ذکر ہے۔ پھر اس

سورت کو الحمدللہ رب العالمین سے شروع کر کے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کا ہی ذکر کر دیا، بلکہ نسل انسانی کی بھی وحدت کی بنیاد رکھ دی اور عالمین کا لفظ استعمال فرما کر ساری تفریقات قومی کو دور کر دیا۔ اور یہی مذہب کا خلاصہ ہے کہ وہ خدا کو ربوبیت اور انسانوں کی اخوت کو قائم کرے اور ان الفاظ الحمدللہ رب العالمین سے بہتر الفاظ میں یہ خلاصہ نہیں ہوسکتا۔

سورہ فاتحہ میں عقائد باطلہ کی تردید

پھر اس سورت کے اندر جن صفات الٰہی کا ذکر ہے وہ گویا کل صفات الٰہی کے لیے بطور ام یا جڑ کے ہیں یعنی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت۔ انہی سے باقی صفات الٰہی بھی پیدا ہوتی ہیں اور ان چار صفات میں دوسرا کمال یہ ہے کہ مذاہب عالم کے کل اصول باطلہ کی ان میں تردید ہے۔ صفت ربوبیت میں اس بات کا رد ہے کہ خدا کی ذات یا صفات میں کوئی شریک ہوسکتا ہے۔ وہ روح اور مادہ کا بھی رب ہے اس لیے روح اور مادہ اس کی کسی صفت میں جیسے غیر مخلوق ہونا شریک نہیں ہوسکتے۔ ایسا ہی بت پرستی اور ہر قسم کے شرک کی تردید ہے۔ کیونکہ مستحق حمد وعبادت وہی ذات ہوسکتی ہے جو دوسروں کی ربوبیت کرے اور ربوبیت کرنے والی ذات صرف ایک ہی ہے۔ صفت رحمانیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا بدل رحم کرتا ہے۔ کفارہ کے عقیدہ کی تردید ہے کیونکہ کفارہ کے عقیدہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم بلا بدل نہیں کرسکتا۔ اس لیے اس کا بیٹا انسانوں کے گناہوں کا معاوضہ بنایا جاتا ہے۔ مگر رحمانیت چاہتی ہے کہ خدا کا رحم انسانوں پر بلا بدل بھی ہو، جیسا کہ اس کی مخلوق میں ہم کو نظر آتا ہے کہ انسانوں کے پیدا ہونے سے بھی پہلے وہ ان کے لیے سامان مہیا فرماتا ہے۔ صفت رحیمیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے اعمال پر جو اس کے قوانین کی فرمانبرداری میں ہوں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اجر دیتا ہے۔ ایسے عقائد کی تردید ہے جو انسان کے اعمال کے محدود ہونے کی وجہ سے ان کے اجر کو بھی محدود قرار دیتے ہیں اور اس لیے نجات کو عارضی قرار دیتے ہیں۔ صفت مالکیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گو قوانین کی نافرمانی پر سزا دیتا ہے مگر اس کا معاملہ اپنی خلق کے ساتھ مالک کا معاملہ اپنے ملک کے ساتھ ہے۔ تناسخ وغیرہ عقائد کی تردید ہے جن کی رو سے اللہ تعالیٰ کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا اور اس لیے ہر گناہ کی پاداش میں انسان کو بے شمار جونوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

میانہ روی کی تعلیم

جس طرح عقائد باطلہ کی تردید اس حصہ میں ہے پچھلے حصہ میں ہر ایک قوم کی افراط و تفریط کی تردید ہے۔ سوائے اسلام کے جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں وہ اپنی موجودہ حالت میں صرف ایک خاص شاخ اخلاق انسانی پر ہی سارا زور دیتے ہیں اور اس لیے ان میں تفریط و افراط کی غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں، یعنی ایک شاخ پر حد سے زیادہ زور دیا اور دوسری کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہاں اعتدال یا میانہ روی قرار دیا گیا ہے جو ایک طرف تفریط سے بچاتا ہے اور دوسری طرف افراط سے محفوظ رکھتا ہے۔۔ پس یوں سورہ فاتحہ میں ہر ایک باطل کی تردید بھی موجود ہے اور اس کے بالمقابل عقاید اور اعمال میں ان اصول حقہ کی تعلیم ہے جو بطور بنیاد کے ہیں۔

سورہ فاتحہ ایک بہترین دعا ہے

جو دعا اس سورت میں سکھائی گئی ہے وہ دعا بھی اعلیٰ سے اعلیٰ دعا ہے، جس کی نظیر کسی دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔

عیسائی دعا سے مقابلہ

عیسائیوں کو اپنے خداوند کی دعا کے متعلق بہت کچھ دعویٰ ہے مگر فاتحہ کے بالمقابل یہ دعا کچھ بھی نہیں، وہاں روز کی روٹی کی التجا ہے یہاں صراط مستقیم کی یعنی کمال انسانی کے حصول کی۔ اس سے دونوں دعاؤں کے مقاصد میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ پھر وہاں گناہوں کی معافی کی التجا ہے، یہاں اس مقام پر پہنچنے کی آرزو ہے جہاں گناہ ہی انسان سے سرزد نہ ہو اور نہ کسی قسم (باقی صفحہ 17 پر)

ہواؤں اور بارش سے مردگی سے زندگی پیدا کرنے اور معرفت الٰہی کا سامان

حضرت مولانا صدرالدینؒ

وھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمته حتی اذااقلت سحاباً ثقالاً سقنه لبلد میت فانزلنا به الماء فاخرجنا به من کل الثمرات کذالک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون. (۷:۵۷)

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحاباً فسقناہ الیٰ بلدمیت فاحیینا به الارض بعد موتها کذالک النشور (۳۵:۹)

ہوائیں اور بارش معرفت الٰہی کا سامان ہیں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایک سوال پوچھا ہے فرمایا من یرسل الریاح ہواؤں کو کون چلاتا ہے۔ یہ سوال کیوں کیا ہے۔ خدا تعالیٰ جس نے انسان کی فطرت کو پیدا کیا ہے وہ جانتا ہے کہ انسان پر سوال کیا جائے تو وہ غور کرنے لگتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا من یرسل الریاح اے انسانو! تم بتاؤ کہ ان ہواؤں کو کون چلاتا ہے پھر خود ہی جوات دیا کیونکہ انسان کے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہے۔ وہ بڑا مفصل ہے اور اس کے اندر معرفت کا سامان ہے۔ من یرسل الریاح ہواؤں کو کون چلاتا ہے فتثیر سحاباً ہوئیں پانی کو سمندر میں بخارات کی شکل میں اٹھاتی ہیں جو بادل بن کر ہوا کے پروں پر لدے ہوئے آتے ہیں۔ سقنہ الیٰ بلد میت ہم ان کو ان بستیوں کی طرف لے جاتے ہیں جہاں بارش نہ ہونے سے مردگی چھا جاتی ہے دوسری جگہ فرمایا اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحاباً فیبسطه فی السماء کیف یشاء اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے وہ بادلوں کو اٹھاتی ہے۔ ہم ان بادلوں کو اپنی حکمت کے مطابق جس طرح چاہیں آسمانوں میں پھیلا دیتے ہیں فترالودق یخرج من خلاله تم دیکھتے ہو کہ ان بادلوں میں سے بارش گرنا شروع ہو جاتی ہے فاذا اصاب به من یشاء من عبادہ اذاھم یستبشرون۔ جب یہ بارش تمہارے باغوں تمہاری کھیتیوں کو سیراب کر دیتی ہے لوگ خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے باغ اور کھیتیاں جو پانی نہ ملنے کیوجہ سے ویران اور خشک ہو رہی تھیں۔ اور مویشی مر رہے تھے۔ اب بارش کی وجہ سے ان کو تروتازگی اور زندگی میسر آئی ہے جب باغ اور کھیتیاں سوکھنے لگی تھیں تو یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بارش کے بغیر یہ ہرے اور سرسبز نہیں ہو سکتے۔ مویشی زندہ نہیں رہ سکتے اذاھم یستبشرون وہ اس وقت خوشی مناتے ہیں کہ یہ خدا کا احسان و کرم ہے۔ اگر اس کا فضل ہم پر نہ ہوتا تو ہماری کھیتیاں اور باغات ویران ہو جاتے اور مویشی مر جاتے۔ وان کانوا من قبل ان ینزل علیھم من قبله لمبلسین بارش اترنے سے پہلے تم مایوس ہو رہے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ شہروں کے رہنے والے اکثر صرف اس لئے گھبراتے ہیں کہ گرمی کی شدت ہے۔ لیکن باغوں کھیتیوں اور مویشی والے لوگ جب تک بارش نہیں ہوتی وہ مایوسی کا شکار رہتے ہیں ۔ کوئی حکومت کوئی سلطنت ان کے باغات اور کھیتوں کو زندہ نہیں رکھ سکتی۔ دنیا جہان کے تمام سائنسدان بھی مل کر یہ کام نہیں کر سکتے۔ اس ساری توجہ آسمان والے کی طرف مرکوز

ہوجاتی ہے فرمایا وھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ ہوائیں چلتی ہیں ٹھنڈک محسوس ہونے لگتی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ بارش آرہی ہے یہ بہت بڑی خوشخبری کی ابتدا ہوتی ہے۔ پھر بارش شروع ہوجاتی ہے جو دلوں میں مسرت پیدا کرتی ہے۔ حتی اذا اقلت سحاباً ثقالاً پھر جب یہ ہوئیں بوجھل پانی ہوا کے پروں پر لدا ہوا آتا ہے۔ سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء بغیر انجن اور ڈرائیور کے سمندر سے اٹھا کر دور دراز خشک علاقوں تک آب حیات کو پہنچایا جاتا ہے۔

موت سے زندگی پیدا کرنے کا نظارہ

من یرسل الریاح یہ ہوئیں چلانے والا کون ہے وہ خدا کی ذات ہے۔ فاخرجنا بہ من کل الثمرات پھر کھیتیاں اور باغات جو تباہ ہو رہے تھے پودے اور جنگل کے درخت یہ تمام کے تمام مردہ پڑے ہوئے تھے وہ زندہ ہوجاتے ہیں۔ اور اس پانی سے، ہم طرح طرح کے پھل نکالتے ہیں کذالک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون یہ موت سے زندگی پیدا کرنے کا نظارہ پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ تمہارے اعمال کی پڑتال کے دن بھی تم کو زندہ کرسکتا ہے۔

پانی اور خشکی کا اندازہ

یہ سوال کتنا قیمتی ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے فطرت انسانی کے مطابق کیا ہے کہ من یرسل الریاح۔ ان ہواؤں کو کون چلاتا ہے۔ جو زندگی کی باعث ہیں جو مخلوق کا رزق پیدا کرتی ہیں۔ اور کارخانوں کے لئے دولت پیدا کرنے کا سبب ہیں جو جانوروں کو زندگی دیتی ہیں خدا تعالیٰ نے کتنا بڑا سمندر بنایا ہے۔ تمام دنیا کے لئے پانی کا وافر حصہ مہیا کیا ہے۔ فرمایا کہ جب کائنات کو ہم نے پیدا کیا ہم نے اندازہ کیا تھا کہ پانی کتنا ہو، خشکی کتنی ہو، خشکی سے کئی گنا زیادہ سمندر بنایا ہے۔ تمام ملکوں میں دریا، چشمے نہریں اور آبشاریں پیدا کیں۔

پانی سے زندگی

وجعلنا من الماء کل شئی حی ۔ زندگی پانی سے ہے۔ چھوٹی جھاڑیاں بڑے درخت کیڑے مکوڑے حیوانات اور خود انسان پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اور نہ ہی پانی کے بغیر زندگی پیدا ہوسکتی ہے اور نہ ہی پانی کے بغیر زندہ چیزوں کا قیام ممکن ہے۔ زندگی پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے نباتات اور حیوانات پانی پی پی کر ہی رہ سکتے ہیں۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے من یرسل الریاح ہوائیں کون چلاتا ہے اور خود ہی اس کا جواب دیا ہے کہ کس طرح سے ہم نے پانی کے اندر یہ خاصیت رکھی ہے۔ پانی کے بخارات ہوا کی نسبت ہلکے ہوتے ہیں ہوا انہیں اڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتی ہے۔ وہ دراز سمندر کا پانی پیاسی اور مردہ زمین کی پیاس بجھاتا ہے۔ ہوائیں خدا تعالیٰ نے اس لئے چلائی ہیں کہ ہوا کے اپنے پروں پر پانی کو لادے اور دنیا کی آبیاری کرے۔

سائنس اور حکومت ہوا اور بارش نہیں لا سکتے

یہ سامان کس نے کیا؟ کیا کوئی سائنسدان ایسا کرسکتا ہے؟ دنیا جہان کے سارے سائنسدان پانی کا ایک قطرہ نہیں بنا سکتے اور ہوا رک جائے تو اس کو حرکت میں نہیں لا سکتے بادلوں کو اپنے قبضے میں نہیں لا سکتے۔ فرمایا فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ۔ ہم جس طرح چاہتے ان بادلوں کو پھیلا دیتے ہیں۔ پانی گرتا ہے تو قطرہ قطرہ ہو کر گرتا ہے۔ نل کی طرح گرتا تو سب چیزیں تباہ ہوجاتیں۔

غفلتِ انسانی کو دور کرنے والا سوال

بارش کے اس طرح برسنے میں کیا حکمت ہے اور کیا رحم ہے۔ اور کیا قدرت ہے۔ اس کرم کے لئے انسان خدا تعالیٰ کے احسان کے نیچے دبے ہوئے ہیں مگر غافل ہیں اس غفلت کو دور کرنے کے لئے سوال کیا من یرسل الریاح ۔ یہاں لاہور میں

لوگ شدت گرمی سے تڑپ رہے تھے پانی پی پی کر لوگ بیمار ہو گئے تھے آج وہ تپش اور پیاس نہیں ہے یہ تبدیلی کس کی قدرت کی ممنون منت ہے۔

بارش کے فوائد

قرآن کریم میں بار بار و مابینھما کے الفاظ آتے ہیں جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ زمین و آسمان کے اندر جو فضا ہے۔ اس پر بھی حکومت ہماری ہے دنیا کی کوئی طاقت اور سلطنت اس پر حکومت نہیں کر سکتی۔ اس فضا میں ہوا بہت کام کرتی ہے وہ بادلوں کو بھی لاتی ہے اور تیز آندھی اور تیز طوفان بھی لے آتی ہے۔ یہ جراثیم کو مارتی ہے اور بارش جب آتی ہے تو تمام چیزیں دھل جاتی ہیں۔ درختوں کے پتے اور پھل دھل جاتے ہیں مکانات اور سڑکیں صاف ہو جاتیں ہیں تمام گند صاف ہو کر سمندر میں چلا جاتا ہے دنیا جہان کی کوئی کارپوریشن یہ انتظام نہیں کر سکتی نہ ان کے پاس اتنا پانی ہے اور نہ اتنا سامان ہے میونسپل کارپوریشن کا کام سورج کی روشنی اور حرارت جراثیم کو ختم کر دتی ہے اسی طرح سے آندھی کے ذریعہ سے جراثیم ختم ہو جاتے ہیں بارش کے ذریعہ سے تمام چیزیں دھل جاتی ہیں۔

ہواؤں کا اثر پھلدار درختوں پر

ایک اور بات فرمائی ہے وارسلنا الریاح لواقح ہم ہواؤں کے ذریعہ سے درختوں کو پھلدار کرتے ہیں جس کو ہم گابھن کہتے ہیں۔ درختوں کا کولن ہوا کے ذریعہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جاتا ہے۔ تو درخت پھلدار ہو جاتے ہیں چنانچہ درخت اور پودے محتاج ہیں کہ ان تک وہ بیج پہنچایا جائے یہ کام ہوائیں کرتی ہیں اور کیڑے مکوڑوں سے بھی یہ کام لیا جاتا ہے بالخصوص پھلوں پر جس جگہ شہد کی مکھی نہ ہو وہاں پھل بھی نہیں ہو سکتا اور پھل نہ ہوں تو شہد کی مکھی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہوائیں گابھن بھی کرتی ہیں۔ یہ کیسا خوبی بھرا انظام ہے۔

بارش اور ہوا رحمت بھی ہے اور کبھی موجب عذاب بھی

اس کے علاوہ وہ بادل بارش مہیا کرتے ہیں ان میں بجلیاں بھی کوندتی ہیں جن کی وجہ سے بھی انسان متفکر ہوتے ہیں اور جناب الٰہی میں جھکتے ہیں۔ بادل میں رحمت بھی موجود ہے اور اگر چاہے تو ہلاک بھی بجلیوں سے کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ دکھلانا چاہتا ہے کہ کل اختیار ہمارے ہاتھ میں ہے۔ فرمایا کہ کبھی کبھی ایسی ہوا آتی ہے جو عذاب کا باعث ہوتی ہے۔ اس میں شدت کی سردی ہوتی ہے یا شدت کی گرمی ہوتی ہے بعض اوقات اس شدت کی وجہ سے سبزیاں ترکاریاں جل جاتی ہیں کبھی ہوا کشتیوں مکانوں اور چھتوں کو اکھاڑ کر رکھ دیتی ہے یہ بھی اس کا کرشمہ ہے۔ وہ انسان جو کسی وجہ سے غفلت میں پڑ جاتے ہیں وہ ڈر جائیں اور خدا یاد آ جائے۔

وہ لوگ جن کو سمندر میں سفر کرنے کا موقع ملا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب طوفان آتا ہے تو تمام لوگ بے بس و مجبور نظر آتے ہیں بہت بے کسی کا عالم ہوتا ہے۔ پانی کی موجیں جہاز کے اوپر سے گزرتی ہیں کبھی کبھی کئی کئی دنوں تک جہاز زبردست موجوں سے ٹکراتا رہتا ہے۔ لوگ حیران اور پریشان ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی ہوا کے ذریعہ سے جہازوں کو توڑ پھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ انسان کی غفلت دور کرنے کے لئے ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرتا ہے وہاں اس کے اختیار میں سزا دینا بھی ہے۔ یہی پانی جو بابرکت اور زندگی بخش ہے جس سے کھیتیاں اگتی ہیں۔ باغ پھلدار ہوتے ہیں، مویشیوں کے لئے چارہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی پانی سیلاب کی صورت میں تباہی اور بربادی کا موجب بن جاتا ہے تو خدا تعالیٰ نے دونوں باتیں بیان فرمائی ہیں۔ تاکہ انسان خدا تعالیٰ کی رحمت سے خوش بھی ہوا اور اس کا شکر یہ ادا کرے اور اسکے دل میں یہ خوف پیدا ہو کہ اگر اس نے غفلت اور نافرمانی سے کام لیا تو یہی رحمت کا سامان اس کی تباہی اور بربادی کا موجب ہو جائے گا۔ ﴿باقی صفحہ 17 پر﴾

حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم کی سوانح

قسطوار　　ڈاکٹر بشارت احمد

حضرت مرزا صاحب کی شاعری:

شاعری انسان کے جذبات کا صحیح آئینہ ہوتی ہے جس قسم کے جذبات شاعر کے اندر ہوتے ہیں وہی زبان اور قلم سے اشعار کے رنگ میں نکلتے ہیں۔ آج سے ستر یا اسی برس پہلے ہر ایک تعلیم یافتہ اور لٹریری آدمی کے لئے شعر کہنا اس کے ادیب ہونے پر ایک دلیل ہوا کرتا تھا۔ اس لئے اکثر لوگ تھوڑا یا بہت شعر کہنے کی ضرور کوشش کرتے۔ حضرت مرزا صاحب بھی شعر کہا کرتے تھے۔ اور فرخ تخلص کیا کرتے تھے گو مقطع میں تخلص کے اظہار کی عادت نہ تھی۔ آپ زیادہ تر فارسی میں شعر کہا کرتے تھے۔ کبھی کسی مشاعرہ میں نہیں سنائے۔ فقط دل کے جذبات تھے جو قلم کے ذریعہ صفحۂ قرطاس پر آجایا کرتے تھے۔ اردو میں بہت کم شعر کہتے تھے۔ میں یہاں آپ کی شاعری پر تنقید نہیں کر رہا بلکہ فقط اتنا بتانا مقصود ہے کہ اس زمانہ کے اشعار پڑھو سب کے سب محبت الٰہی معرفت الٰہی اور خوف عقبٰی سے لبریز نظر آتے ہیں۔ کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہے جس میں آپ کے حسن ظاہری پر طبع آزمائی نہیں ہے بلکہ اشعار میں باطنی حسن اور کمالات پر دلائل پر دلائل دیتے چلے جارہے ہیں۔ کہیں قرآن سے تعشق ہو رہا ہے جو اسلام کی تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کے عشق میں بڑے بڑے بزرگوں اور شاعروں نے نظمیں لکھی ہیں مگر قرآن کے عشق میں نظم لکھنا ساری امت مسلمہ میں فقط حضرت مرزا صاحب کی ہی خصوصیت نظر آتی ہے۔ غرضکہ اس زمانہ میں آپ کی شاعری بھی آپ کے ان پاک جذبات پر دلالت کرتی ہے جو آپ کے سینہ میں موجزن تھے۔

والد صاحب کی خدمت میں گوشہ گزینی کی عرضی:

آخر محبت الٰہی اور جوشِ خدمتِ دینی نے آپ کو مجبور کر دیا کہ آپ اپنے والد صاحب کی خدمت میں ایک عرضی لکھ کر اپنے آپ کو ان تمام دنیاوی جھگڑوں سے الگ کر لیں۔ وہ عرضی اصل الفاظ میں اس طرح ہے:

''حضرت والد مخدوم من سلامت! مراسم غلامانہ وقواعد فدویانہ بجا آوردہ معروض حضرت والا میکند۔ چونکہ دریں ایام برای العین مے بینم وبچشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک وبلاد ہر سال چناں وبائے مے افتد کہ دوستاں را از دوستاں وخویشاں را از خویشاں جدا میکند۔ وہیچ سالے نہ بینم کہ این نائرۂ عظیم وچنیں حادثہ الیم دراں سال شور قیامت نیفگند۔ نظر براں دل از دنیا سرد شدہ است وروا ز خوفِ جان زرد۔ واکثر ایں دو مصرعہ شیخ مصلح الدین شیرازی بیاد مے آیند۔ واشک حسرت ریختہ مے شود ؎

مکن　تکیہ　برعمرِ　ناپائدار
مباش　ایمن　ازبازیٔ　روزگار[1]

ونیز ایں دو مصرعہ ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل مے شود: ؎

بدنیائے دوں دل مبندائے جواں
کہ وقتِ اجل مے رسد ناگہاں

لہٰذا مے خواہم کہ بقیہ عمر در گوشۂ تنہائی نشینم۔ و دامن از صحبت مردم بچینم و بیاد او سبحانہٗ مشغول شوم مگر گذشتہ را عذرے و مافات را تدارکے شود:

عمر بگذشت ونماندست جزایّامے چند
بہ کہ دریادِ کسے صبح کنم شامے چند

کہ دنیا را اساسے محکم نیست وزندگی را اعتبارے نے۔ وائس میں خاف علی نفسه من آفته غیره والسلام۔

شہرت طلبی سے سخت نفرت تھی:

چنانچہ اس عرضی پر آپ کے والد صاحب نے اجازت دے دی کہ آپ تمام کاموں سے الگ ہو کر یادِ الٰہی کرتے رہیں۔ اور یہی آپ کے دل کی مراد تھی۔ آپ کو شہرت طلبی سے سخت نفرت تھی۔ اور خلوت اور گوشہ گزینی سے بے انتہا پیار تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا کہ:

''اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ خلوت اور جلوت میں سے تو کس کو پسند کرتا ہے تو اس پاک ذات کی قسم ہے کہ میں خلوت کو اختیار کروں۔ مجھے تو کشاں کشاں میدانِ عالم میں انہوں نے نکالا ہے۔ جو لذت مجھے خلوت میں آتی ہے اس سے بجز خدا تعالیٰ کے کون واقف ہے۔ میں قریباً ۲۵ سال تک خلوت میں بیٹھا ہوں اور کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربارِ شہرت کی کرسی پر بیٹھوں۔ مجھے طبعاً اس سے کراہت رہی کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں مگر امرِ آمر سے مجبور ہوں''۔ پھر فرمایا:

''میں جو باہر بیٹھتا ہوں یا سیر کرنے کو جاتا ہوں اور لوگوں سے بات چیت کرتا ہوں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی بنا پر ہے''۔

اب آپ کا کام یہ تھا کہ اطمینان سے یادِ الٰہی اور قرآن کریم اور دیگر کتب کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے کہ اسی اثنا میں ایک خاص مجاہدہ کے لئے جنابِ الٰہی کی طرف سے اشارہ ہوا۔

روزہ کا مجاہدہ:

اس خاص مجاہدہ کی تفصیل خود حضرت مرزا صاحب کی قلم سے سنو۔ البریّہ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا۔ اور نہ گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلہ کشی کی۔ اور نہ خلاف سنت کوئی ایسا عملِ رہبانیت کیا جس پر خدا تعالیٰ کے کلام کو اعتراض ہو۔ بلکہ میں ہمیشہ ایسے فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا جو انواع واقسام کے بدعات میں مبتلا ہوں۔ ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانۂ وفات بہت نزدیک تھا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوارِ سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندانِ نبوت ہے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے۔ پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی دیدیتا۔ اور اس طرح تمام دن روزہ میں گزارتا۔ اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھالیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کر دوں۔ سو میں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا یہاں تک کہ میں تمام رات دن میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا۔ اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا یہاں تک کہ صرف چند تولہ

روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا۔ اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کرسکتا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئی۔ اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیا اس امت میں گزر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ ﷺ کو معہ حسنین وعلیؓ وفاطمہؓ کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ غرض اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب طوالت ہے۔ اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز وسرخ ایسے دلکش ودلستان طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سبز اور بعض سرخ تھے ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ انکو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور وح کو لذت ہوتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا۔ اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی۔ یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا انکو نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔ غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے وہ انواع واقسام کے مکاشفات تھے۔ ایک اور فائدہ مجھے یہ حاصل ہوا کہ میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کرسکتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ خیال کیا کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے کے لئے کچھ اضطرار ہو وہ فوت ہوجائے۔ اس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا کہ انسان کس حد تک فاقہ کشی میں ترقی کرسکتا ہے۔ او رجب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہوجائے میرا یقین ہے کہ ایسا تنعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہوسکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا۔ میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں جنہوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں۔ اور آخر یبوست دماغ سے وہ مجنون ہوگئے۔ اور بقیہ عمران کی دیوانہ پن میں گزری یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہوگئے۔ انسانوں کے دماغی قویٰ ایک طرز کے نہیں ہیں۔ پس ایسے اشخاص جن کے فطرتاً قویٰ ضعیف ہیں ان کو کسی قسم کا جسمانی مجاہدہ ٹھیک نہیں پڑسکتا۔ اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑجاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے۔ اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو اور شریعت غراء اسلام سے منافی نہ ہو تو اس کو بجالانا ضروری ہے لیکن آجکل کے اکثر نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس ان سے پرہیز کرنا چاہئے''۔

صحبت صادقین کا شوق:

قرآن کریم کے حکم کونوا مع الصادقین کے ماتحت جس کا مطلب ہے کہ صادقوں اور راستبازوں کی صحبت اختیار کرو۔ آپ ہمیشہ اہل اللہ اور راستباز لوگوں سے ملنے کے لئے خاص اہتمام سے جایا کرتے اور انکی صحبت سے مستفیض ہوتے۔ سیالکوٹ کے مولوی محبوب عالم صاحب کا جو ایک پارسا اور نقشبندی طریقہ کے صوفی منش بزرگ تھے۔ حضرت مرزا صاحب اکثر انکے پاس جایا کرتے۔ اسی طرح ضلع گورداسپور میں طالب پور کے متصل ایک مقام سم شریف کہلاتا ہے وہاں میاں شرف الدین صاحب

ایک بزرگ رہتے تھے۔حضرت مرزا صاحب ان کے پاس بھی چند مرتبہ تشریف لے گئے۔اور جہاں بھی گئے کسی ذاتی غرض یا دنیوی مفاد کے لئے نہیں گئے بلکہ محض صحبت نیک حاصل کرنے کے لئے۔اور اگر دعا کرائی تو ترقی اسلام کے لئے کرائی اور قطعاً کسی چیز کے لئے نہیں۔ اسی طرح مولوی عبد اللہ غزنوی کے پاس کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔

مولوی عبداللہ غزنوی صاحب سے ملاقات:

مولوی عبداللہ غزنوی صاحب ایک نہایت عالم وفاضل اور متقی اور متبع سنت اوراہل دل بزرگ تھے۔غزنی کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔مگر وہاں سے ظالم طبع مولویوں کی ریشہ دوانیوں اور فتاویٰ تکفیر کے باعث نکالے گئے۔ اور جس طرح پر دوسرے راستبازوں کو ناقدر شناس لوگوں نے ہمیشہ دکھ دیا ہے اس بزرگ کو بھی ان نا اہلوں نے اپنے خیال میں ہر طرح ذلیل کرکے نکال دیا۔مگر جو خدا تعالیٰ کے حضور معزز و مکرم ہو دنیا کی یہ ذلتیں اس کے سامنے ہیچ اور نا قابل التفات ہیں۔ ان بزرگ کی نسبت خود حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ایک بزرگ غایت درجہ صالح جو مردانِ خدا میں سے تھے اور مکالمہ الٰہیہ کے شرف سے بھی مشرف تھے اور بمرتبہ کمال اتباع سنت کرنے والے اور تقویٰ اور طہارت کے جمیع مراتب اور مدارج کو ملحوظ اور مرعی رکھنے والے تھے اور ان صادقوں اور راستبازوں میں سے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچا ہوا ہوتا ہے۔اور پرلے درجہ کے معمور الاوقات اور یادِ الٰہی میں محو اور غریق اور اسی راہ میں کھوئے گئے تھے جس کا نام عبداللہ غزنوی تھا''۔

مولوی عبداللہ غزنوی صاحب جب امرتسر تشریف لائے تو لوگوں نے انہیں وہابی مشہور کرکے حکام کو ان سے بدظن کر دیا۔جس پر وہ ''خیر دی'' میں جا رہے۔حضرت مرزا صاحب ان سے ''خیر دی'' میں بھی ملے اور امرتسر میں بھی۔اور جب بھی ان کی خدمت میں جاتے تو خالی ہاتھ کبھی نہ جاتے۔کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لیجاتے اور عموماً وہ اعلیٰ درجہ کا گوشت کا ٹکڑا ہوتا۔

آپ کا مولوی عبداللہ غزنوی صاحب سے دعا کرانا:

حضرت مرزا صاحب ان سے ملاقات کا ایک واقعہ خود اپنی قلم سے تحریر فرماتے ہیں۔لکھتے ہیں۔

''جب وہ زندہ تھے ایک دفعہ مقام خیر دی میں اور دوسری دفعہ مقام امرتسر میں ان سے میری ملاقات ہوئی میں نے انہیں کہا کہ آپ ملہم ہیں۔ ہمارا ایک مدعا ہے اس کے لئے آپ دعا کرو مگر میں آپ کو نہیں بتلاؤں گا کہ کیا مدعا ہے۔انہوں نے کہا ''در پوشیدہ داشتن برکت است ومن انشاء اللہ دعا خواہم کرد۔ والہام امر اختیاری نیست''۔ اور میرا مدعا یہ تھا کہ دین محمدی علیہ الصلوۃ والسلام روز بہ روز تنزل میں ہے خدا اس کا مددگار ہو۔ بعد اس کے میں قادیان چلا آیا۔تھوڑی دنوں کے بعد بذریعہ ڈاک ان کا خط مجھے ملا۔جس میں لکھا تھا کہ ''ایں عاجز برائے شما دعا کردہ بود۔ **القاشد وانصرنا علی القوم الکفرین**۔فقیر را کما اتفاق مے افتد کہ بدیں جلدی القاشود۔ایں از اخلاص شما می بینم'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۹و۲۴۰)

حضرت مرزا صاحب کی خواہش اور تمنا اور زندگی کے مدعا کا اس درخواست دعا سے پتہ لگتا ہے اگر کسی بات کی تڑپ آپ کے دل میں تھی تو وہ ترقی اسلام کی تھی۔کسی بزرگ سے ملتے ہیں تو اسی غرض سے۔اس سے دعا کراتے ہیں تو اسی مقصد کے حاصل ہونے کے لئے۔غرضکہ ایک لگن تھی جو دل کو لگی ہوئی تھی۔اور ایک عشق تھا جو دن رات دل ودماغ پر مستولی تھا۔

☆☆☆

جماعتی زندگی اور تنظیم جماعت

یدالله فوق الجماعة

(اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے اوپر ہوتا ہے)

اداریہ

انسان کواس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے مگراس کی کی ہوئی یا کہی ہوئی نیک باتیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے ملک۔اپنی قوم اوراپنی جماعت کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے ۔۵/مارچ ۱۹۴۸ءکوایک خطبہ جمعہ ارشادفرمایاتھا۔جس میں سے چنداقتباسات میں درج ذیل کرتا ہوں کہ ہماری احمد یہ جماعت ان سے نصیحت اور سبق سیکھے فرمایا:۔

''یاایھاالذین اٰمنوا علیکم انفسکم. اے ایمان والو!تم اپنی اصلاح کی فکرکرو۔یعنی تمہارے اندرستی ہے۔غفلت ہے۔اس کی طرف توجہ کرو اور سوچو کہ کس طرح تم اس غفلت اور سستی کو چھوڑ اپنے اندر ایک صحیح زندگی کی روح پیدا کر سکتے ہو۔کس طرح آگے قدم بڑھاسکتے ہو۔لیکن اگراورزیادہ غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ فی الحقیقت یہ الفاظ۔علیکم انفسکم۔قوم کی تعمیر کا بنیادی پتھر ہے۔ یہ صرف اس طرف توجہ دلانے کے لئے ہے کہ کوئی انسان دوسرے کو نیچا دکھا کر یا دوسرے کوگرا کرنہیں بنتا۔نہ کوئی قوم یا جماعت دوسری قوم یا جماعت کوگرانے سے بنتی ہے۔ بلکہ قوم کے ہرفرد کوسب سے پہلی فکراپنی اصلاح کی یاتعمیر کی ہونی چاہئے۔کسی کی بربادی اور ویرانی بہت آسان ہےاوراپنے آپ کو بنانا بہت مشکل ہے۔دوسرے مذہب والے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہیں۔مگر مذہب اسلام ہمیں ہر مذہب کے بانی کی عزت کرنا سکھاتا ہے۔قرآن شریف کی اصل غرض لوگوں کی اخلاقی اورروحانی حالت کوسدھارنا ہے۔وہ شفاء لمافی الصدور ہے۔وہ انسان کے دل کی بیماریوں کودورکرنے کے لئے ہےاوراسی نگاہ سےاسے پڑھنا چاہئے۔

اگرغور سے دیکھیں تو سب سے زیادہ بربادی کا کام جنگ ہے۔ مگراسلام نے جنگ کے لئے بھی ایسے احکام دیئے ہیں جواپنی تعمیر کا موجب ہوں۔دوسروں کی تخریب کا موجب نہ ہوں۔اس نے حکم دیا کہ جنگ کے لئے کبھی پہل نہیں کرنی چاہئے۔ہاں اپنی حفاظت اور دفاع کے لئے جنگ کرسکتے ہو۔قاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولاتعتدوا. اللہ کےرستہ میں انہیں لوگوں سے جنگ کروجوتم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔دوسری طرف صلح میں بھی اسی پہلوکومدنظر رکھا۔وان جنحواللسلم فاجنح لها. اوراگردشمن صلح کرنا چاہے توتم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ۔

اس سے بھی بڑھ کر میں اپنی جماعت احمدیہ سے کہتا ہوں۔ وعلیکم انفسکم۔ایک مصلح تمہارے اندرکھڑاہوا۔اس نےتمہیں اپنے نفسوں کوسدھارنے کی تلقین کی۔آج اس کی جگہ آپ کھڑے ہیں۔آپ نے دنیا میں خدا کے نام کو پھیلانے کا ذمہ لیا ہے کیا ہم اپنے آپ کواس مقام پر پہنچایا ہے کہ جہاں دوسروں پرنکتہ چینی اور عیب شماری ترک کرکے ساری توجہ کواپنےنفس کی اصلاح پراپنے آپ کومفیدتر بنانے پرلگادی ہو؟۔پھرجب کبھی چندے کی تحریک ہوتی ہےتوجواب ملتا ہے کیا کریں تمہارے ہاں تو جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔فرض کیجئے اگربعض معاملات میں اختلاف رائے اور جھگڑا بھی ہوتا ہے۔توکیااس سے یہ جوازنکل سکتا ہے کہ ہم خدمت دین کے کام کوترک کردیں۔ ہرگز نہیں۔ یا یہ کہ مسیح موعود کے علم کے مطابق ''میرے بعدتم سب مل کرکام کرو''پرعمل کرناترک کردیں؟ آخراللہ تعالیٰ کےآگے کیاجواب دیں گے؟اگرجماعتی نظام میں نقائص ہوں تو ان کوامرھم شوریٰ بینھم ۔کےحکم قرآنی کے ماتحت۔مشورے سےمل کردورکرنے کی کوشش کرو۔

دوسرے کی قانون شکنی تمہاری قانون شکنی کے لئے عذر نہیں بن سکتی۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ جنہوں نے اپنے بڑوں کے بُرے نمونے سے ٹھوکر کھائی ہے۔ عرض کریں گے کہ اے خدا انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ تو ان کو دو چند سزا دے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لکل ضعف۔ تم بھی تو وہ چند سزا کے مستحق ہو۔ کیا خدا نے تمہیں یہ عقل نہ دی تھی کہ تمہیں اپنی کمزوری نظر آجاتی''۔ حضرت مولانا مرحوم کی نصائح کو میں یہاں ختم کرتا ہوں۔

جماعتی زندگی اور نظام اور یکجہتی قائم رکھنے کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود کے احکامات کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔

۱) ایک تو اپنی روزمرّہ کی زندگی کو ایسے اسلامی رنگ میں رنگین کر کے رکھنا چاہئے کہ ہم دوسروں کے لئے نمونہ ہوں کہ ایک سچا مسلمان کیسے زندگی بسر کرتا ہے۔

۲) آپس میں صلح و آشتی۔ اتفاق اور یگانگت سے رہیں۔ جو ہم میں سے غصیلی طبیعت کے لوگ ہیں ان کو حکم قرآنی کا خیال رکھنا چاہئے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین۔ اور وہ غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور اللہ محسن لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ یاد رہے کہ ایک جماعت کے دوست سے کسی جھگڑے پر ناراض ہونا اور چیز ہے۔ اور غیرت ایمانی ایک دوسری چیز ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو دشمن بُرا بھلا اور گالیاں بھی دیتے تھے۔ مگر حضور فرماتے ہیں ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اس کا تعلق آپ کی ذات تک تھا۔ مگر جب لیکھرام آریہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہا۔ تو حضور کی غیرت ایمانی جوش میں آئی۔ ایک دفعہ ریلوے اسٹیشن پر آپ ٹہل رہے تھے کہ لیکھرام آن نکلا اور ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ مگر آپ نے منہ پھیر لیا۔ بعد میں فرمایا کہ یہ پلید آدمی میرے پیارے نبی کو گالیاں دیتا ہے۔ میں اس کا سلام کیوں قبول کروں۔ مگر یہ اور چیز ہے اور ہمارے آپس کے تنظیمی جھگڑے جُدا امر ہے۔ اس میں اگر تو تو میں میں تک بھی نوبت پہنچ جائے تو انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم کے حکم کے ماتحت۔ دوستوں میں صلح کروا دینی چاہئے۔ اور دل میں بغض اور کدورت نہیں رکھنی چاہئے۔

۳) حتی المقدور ایک شہر میں تمام جماعت کے احباب نماز جمعہ ایک ہی جگہ مل کر پڑھیں اور چندہ ماہوار بھی باقاعدہ ایک ہی جگہ جمع کر کے بھیجے جائیں۔ ان معاملات میں اپنے نفس کو ذرا مارنا پڑتا ہے اور تھوڑا کسر نفسی اور تواضع سے کام لینا پڑتا ہے مگر یاد رہے برکت اور حرکت جماعت میں یک جہتی سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

۴) مقامی جماعتیں اپنے نمائندے وہ انتخاب کریں جو کہ حضرت مسیح موعود کے حکم کے مطابق باقاعدہ چندہ دینے والے۔ متقی، پرہیزگار دنیا کی ملونی سے پاک۔ اور صائب الرائے ہوں۔ اور بعد میں جو فیصلے مجلس معتمدین کثرت رائے سے کرے۔ اس کو قبول کریں۔ کہ یہ مسیح موعودؑ کا حکم ہے۔

۵) جو نیک نیتی سے اختلاف رائے ہو اس کا کوئی مضائقہ نہیں اس سے تعلقات میں فرق نہیں آنا چاہئے۔ اور نہ اپنی رائے کو دوسروں پر ٹھونسنا چاہئے۔ سورۃ التوبہ میں آتا ہے:۔

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو دردناک دکھ کی خبر دو۔''

حضرت ابوغفاریؓ نے اس معاملہ میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ ان کے نزدیک سونے اور چاندی کا گھر میں رکھنا ہی منع تھا۔ اور اس بارے میں دیگر صحابہ سے اس قدر سخت اختلاف تھا کہ ایک دفعہ کعبؓ کے پیچھے ڈنڈا لے کر دوڑے۔ اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کے پاس پناہ لی۔ اور بالآخر حضرت عثمانؓ نے ان کو فساد سے منع فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابوذرؓ کا خیال غلط تھا اس لئے کہ پھر زکوٰۃ کس چیز پر ہے اور وراثت کی تقسیم کا کیا مطلب ہے۔

۶) سلسلہ کا لٹریچر نہ صرف خود ہی پڑھیں۔ بلکہ غیر از جماعت سمجھدار لوگوں تک پہنچائیں۔ اور ان کو اپنے اغراض و مقاصد سے آگاہ کریں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تنظیم اور تبلیغ سے ہی آپ کی روحانی زندگی وابستہ ہے۔

☆☆☆

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن وحدیث کی اہمیت

از محمد سلطان نظامی صاحب

قرآن ''ایمان'' ہے اور حدیث ''عمل''

قرآن وحدیث میں فرق ایمان اور عمل کا ہے۔ کتاب اللہ پر ایمان ہمارے اصولی دین کا اہم فریضہ ہے اور عمل فروع دین کا اہم فریضہ ہے یعنی قرآن ''ایمان'' ہے اور حدیث ''عمل'' ۔ایمان اور عمل کے بغیر کسی انسان کی زندگی بھی مکمل نہیں ہوسکتی اسی لئے قرآن کو ماننا اور قرآن سے انکار ہماری بربادی کا باعث ہیں۔

قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کے ذریعہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور احادیث ان اقوال وافعال کا مجموعہ ہے جو پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادات ربانی کی تعمیل میں فرمائے یا ان پر عمل کر کے دکھایا۔

اتباع قرآن وحدیث

اپنی زندگی تقویٰ وطہارت اور پاکیزگی سے بسر کرنے کے لئے جہاں مسلمان پر فرض ہے کہ قرآن پاک کے ارشادات کی حقیقی معنوں میں پیروی کرے وہاں اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حدیث (ارشادات نبوی) اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بھی مستفیذ ہو۔ حدیث کو چھوڑ کر اگر ہم یہ خیال کریں کہ زندگی بسر کرنے کے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے تو اس سے ہماری زندگی کے کئی پہلو ادھورے ہی رہ جائیں گے اس لئے لازم ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے احادیث نبوی ﷺ سے بھی بہرہ مند ہوں۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے ہی انسان حقیقی طور پر خدا کی تابعداری کرسکتا ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کی وضاحت خالق کائنات ذیل کے الفاظ میں فرماتے ہیں:۔ ''قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم والله غفور رحیم. (آل عمران ۔۳)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ اللہ تم سے محبت کرے۔ اور تمہارے گناہ معاف فرمائے اور وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے متعلق مزید فرمایا:۔

''وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله شديد العقاب. (الحشر:۷)'' اور جو تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں لے لو۔ اور جس سے وہ تمہیں روکتے ہیں رک جاؤ۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سزا دینے میں سخت ہے۔''

بعثت رسول ﷺ کا مقصد

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقصد کو ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتا ہے:۔

'' وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی اليهم فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون. بالبينات والزبر وانزلنا اليک الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم يتفكرون'' (النحل: ۴۳: ۴۴)

اور ہم نے تجھ سے پہلے مرد ہی بھیجے تھے۔ جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ تو اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے کھلی دلائل اور کتابوں سے (انہیں بھیجا گیا) اور ہم نے تیری طرف ذکر بھیجا

تا کہ تو لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے تا کہ وہ فکر سے کام لیں۔

یہاں پر لفظ ''لتبین'' یعنی کھول کر بیان کر دے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میری وحی کردہ تعلیم کو قول و فعل سے لوگوں تک پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی قول و فعل کو حدیث اور سنت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی قرآن کریم کے احکامات کی تعمیل و تفسیر۔

رسول کریم ﷺ کی تعلیم اور اس پر عمل موجب فلاح ہے

پھر قرآن کریم کی اتباع اور رسول اکرم ﷺ کی پیروی کے متعلق رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:۔

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدون مکتوباً عندھم فی التوارۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون (الاعراف:۱۵۷)

''وہ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور ان کو بری باتوں سے روکتا ہے اور ان کے لئے ستھری چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اور ان کا بوجھ اتارتا ہے۔ اور وہ طوق بھی جو ان پر تھے۔ سو جو لوگ ان پر ایمان لائیں اور اسکی تعظیم کریں اور اس کو مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی کامیاب ہوں گے''۔

ان آیات میں بھی رب العزت لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اپنی دنیوی واخروی زندگی میں کامیاب ہوں تو ان پر لازم ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ کی پیروی کریں۔ آپ ﷺ کے ارشادات کی تابعداری کریں۔ اور قرآن کے احکام کو عملی جامہ پہنائیں۔

رسول کریم صلعم کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے

مزید فرمایا:۔ **وما کان لمؤمن ولامؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔** (الاحزاب:۳۶)

اور نہ کسی مومن مرد اور نہ ہی مومن عورت کے شایاں ہے کہ جب اللہ اور اسکے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دے تو وہ اس معاملہ میں کچھ (اپنا) اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ کھلی گمراہی میں دور نکل گیا۔' دراصل نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی پیروی ہی ارشادات ربانی کی اتباع ہے۔ اور نبی ارشادات ربانی کے خلاف کچھ نہیں کہتا بلکہ وہ ارشادات ربانی کی اتباع ہی میں قوم سے خطاب کرتا ہے اور الٰہی احکام خداوندی کو عملی جامہ پہنانے کی تلقین وترغیب دیتا ہے۔ خود ان پر عمل پیرا ہوتا ہے اور قوم کو ان پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرمایا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم کی حیثیت رکھتے ہیں

پھر فرمایا:۔ **انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولاتکن للخائنین خصیما واستغفر اللہ ان اللہ کان غفورا رحیماً (النساء)**

''یقیناً ہم نے تیر طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے تا کہ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے علم دیا ہے اور دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا نہ بننا۔ اور اللہ کی حفاظت مانگ بے شک اللہ حفاظت کرنے والا ہے۔

خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم

اتباع رسول ﷺ اور احکام ربانی کی پیروی کے متعلق فرمایا:۔

''قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونی يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم والله غفور رحيم قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لايحب الكافرين. (آل عمران ۳۰: ۳۱)
کہا اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہوتو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے۔ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ کہہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انکار کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا''۔
اسی لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی اللہ تعالیٰ کی اتباع ہے آپ ﷺ کے ارشادات کی پیروی دراصل احکام ربانی کی پیروی ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واعمال کا مجموعہ ہے اور قرآن پاک کے احکامات کا عملی نمونہ اور تفسیر ہے۔

☆☆☆

(باقی صفحہ 5 کا) کے حقوق میں تفریط واقع ہونہ افراط۔ گویا یہ بے گناہ یا معصوم بن جانے کی دعا ہے۔ پس کامل اصول حقہ کے سکھانے میں اصول باطلہ کی تردید میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سکھانے میں اور کمال انسانی تک پہنچانے میں اس کی نظیر نہ تورات میں ملتی ہے نہ انجیل میں۔ ایسا ہی جو تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے عبد میں اياك نعبدو اياك نستعين کے مختصر فقرہ میں قائم کیا گیا ہے وہ بھی بے نظیر ہے۔

بهترين وظيفه

جو لوگ وظائف کے پیچھے بھٹکتے پھرتے ہیں وہ اگر افضل الدعا سے کام لیں تو بہت جلد اپنے مقاصد کو پا سکتے ہیں۔ سورہ فاتحہ سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں اور یہ وہ وظیفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔ (بحوالہ بیان القرآن) ☆☆

﴿باقی صفحہ 8 کا﴾

خدا تعالیٰ جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہے اس نے زندگی عطا کی پھر زندگی کے قیام کے لئے کتنا بڑا انتظام کر رکھا ہے زندگی کے تمام سامان عطا کئے ہیں لیکن جب انسان اس سے غافل ہوجاتے ہیں تو رحمت کی چیزیں ہلاکت کا باعث بن جاتی ہیں۔ فرمایا وكأيـن آياته فی السماوات والارض يمرون عليها وهم عنها معرضون خدا تعالیٰ کے کئی نشانات ہیں يامرون عليها ۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں چنانچہ ایک نشان ہوا کا بیان کیا ہے کہ ہواؤں کو کون چلاتا ہے۔ کبھی کبھی ہوا کے نہ ہونے سے دم گھٹنے لگتا ہے۔ تو کسی قوم اور حکومت کی طاقت میں نہیں ہے کہ ہوائیں چلائے۔ بادصبا اور بادنسیم چلتی ہے تو دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح سے سمندر کے قریب رہنے والوں کے لئے صبح وشام تازہ ہواؤں کے جھونکے آتے رہتے ہیں۔

انگلستان کی سردی میں گرم فضا

انگلستان کے مغرب کی طرف سمندر میں گرم پانی کی نہر چلتی ہے یہ ابلا ہوا پانی ہوتا ہے اس کا مزا ان کو اس وقت آتا ہے جب سردی کے موسم میں بارش ہوتی ہے شدت کی سردی کے وقت جہاں بارش آئی وہاں انگلستان کی فضا میں گرمی بھی مہیا ہوجاتی ہے۔ یہ کون ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے۔ بڑے کرم وفضل والا خدا ہے جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں اس کو کوئی مانے یا نہ مانے لیکن وہ الرحمٰن ہے۔ تمام لوگوں تک اس کا کرم وبرکات پہنچ رہی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم یونہی خفا نہیں ہوتے لیکن جب غفلت بڑھ جاتی ہے تو ہم گرفت کرتے ہیں۔

☆☆☆

اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے.................. ہمارا اسی راہ میں مرنا

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔'' (الہام حضرت مسیح موعود)

دنیا کے لوگ جو تاریک خیال اور پرانے تصورات پر جمے ہوئے ہیں دلی قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔ یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور رب جلیل کا کلام ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں۔ مگر حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے۔ اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اترے گی۔ اور یہودیوں سے سخت لڑائی ہوگی۔ وہ کون ہیں؟ اس زمانے کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم پر قدم رکھا ہے۔ ان سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کر دے گی۔ اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائے گی۔ اور ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہوگی۔ اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں۔ اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ آپ سے چاہتا ہے۔

(فتح اسلام)

مغربی عورت اسلام کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہے

ایک نومسلم تعلیم یافتہ جاپانی خاتون کے تأثرات

کثیرالاشاعت جاپانی اخبار ''دی جاپان ٹائمز'' میں چھپی خبر کے مطابق ایک تعلیم یافتہ جاپانی خاتون نے جاپان کی راجدھانی ٹوکیو میں اسلام قبول کرلیا۔اس نے اخبار کو اپنے نام کی اشاعت کی اجازت نہ دیتے ہوئے ان الفاظ میں اپنے تأثرات کا اظہار کیا:

''میں ایک خوش حال خاندان کی چشم و چراغ ہوں، بچپن ہی سے میری زندگی تعیش اور مسرتوں کے ماحول میں گزری ہے۔میری والدہ جنہوں نے میرے والد کے انتقال کے بعد گھر کا کاروبار سنبھال لیا تھا، نے میری اور میری بہنوں کی بہبود کے لیے کامیاب کوششیں کی تھیں، یہاں تک کہ ہمارے آرام و راحت کا ہر طرح کا سامان ہمارے گھر میں موجود تھا لیکن میں اس کے باوجود اپنی زندگی میں کسی کمی کا احساس رکھتی تھی، یہ احساس جسے میں خود بھی متعین نہیں کر پاتی تھی مجھے ہر وقت بے چین کیے رکھتا تھا، میں اپنے گہرے علمی مطالعے اور کثیر وقتی مشغولیت کے ذریعہ اس احساس پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتی تھی۔

جب میں نے بارہویں جماعت کا امتحان پاس کیا تو مجھے اپنے خاندان کے ساتھ دنیا کے کچھ ملکوں کی سیاحت کا موقع ملا لیکن مذکورہ احساس نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا یہاں تک کہ میں نے انگریزی کی تعلیم کے لیے برطانیہ کی ایک یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ایک مرتبہ یونیورسٹی کی چھٹیوں میں، میں نے اور میری کچھ ہم جماعت سہیلیوں نے اردن کی سیر کا پروگرام بنایا، میری ایک سہیلی نے جو اس سفر میں ہمارے ساتھ تھی اردن میں ایک مسلم خاندان کے ساتھ کچھ دن قیام کا پروگرام ترتیب دے لیا، مجھے جب اس مسلم خاندان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا تو مجھے اس کے رہن سہن کے طور طریقوں نے بہت متأثر کیا، خاندان کے افراد باہم شیر و شکر رہتے، ہر کام میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے اور صفائی کا بہت اہتمام کرتے، خاندان کے ذمہ داران (Head of the family) جو کہ ایک مرد تھے وہ گھر کے باہر کی ذمہ داریاں سنبھالتے، گھر کی عورتیں گھر کے اندر کا نظم و نسق اور بچوں کی تربیت کا انتظام دیکھتیں۔گھر کے افراد کے درمیان باہمی تعاون اور ترتیب کار کی وجہ سے گھر کا کوئی فرد اپنے اوپر اپنی طاقت سے زیادہ ذمہ داریاں محسوس نہیں کرتا تھا جیسا کہ مغربی خاندان میں ملازمت پیشہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں خود کو زیادہ تھکی تھکی محسوس کیا کرتی ہیں، گھر کے اس ماحول نے گھر کو جنت نشان بنا رکھا تھا۔

میں نے ایک دن ہیڈ آف دی فیملی سے اس کا راز پوچھا تو اس نے مسکرا کر جواب دیا کہ دراصل یہ اسلام کی برکت ہے، جس نے خاندان کے افراد کے درمیان کاموں کی کچھ اس طرح ترتیب و تقسیم قائم کی ہے کہ اس پر عمل پیرا ہونے کا لازمی نتیجہ خوشی اور شادمانی ہی برآمد ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام نے مرد کو کسب حلال اور گھر کے بیرونی امور کا ذمہ دار قرار دیا ہے جب کہ عورت کو گھر کے اندرونی امور اور بچوں کی تربیت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔اس طرح انہوں نے بتایا کہ اسلام نے صفائی پر بہت زور دیا ہے یہاں تک کہ صفائی کو دین کا ایک حصہ قرار دیا ہے، انہوں نے بتایا کہ صفائی کا مفہوم اسلام میں ایک وسیع مفہوم ہے، جسم اور کپڑوں کی صفائی، گھر کی صفائی، گلی اور محلے کی صفائی، شہر کی صفائی، ماحول اور معاشرے کی صفائی، دل اور نیت کی صفائی، عمل اور معاملے کی صفائی وغیرہ۔

اسلام کے معاملے میں میری معلومات بہت محدود تھیں، اس سے پہلے میں نے نہ کسی مسلمان سے ملاقات کی تھی اور نہ کسی مسلمان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا تھا، میرے ذہن میں اسلام اور مسلمانوں

کی جوتصویر تھی وہ یہ تھی کہ اسلام تشدد کا مذہب ہے، اس کے ماننے والے گندے، تنگ نظر اور علم دشمن لوگ ہوا کرتے ہیں، ان کے پاس سوائے دولت اور پٹرول کے کچھ نہیں، میں سوچا کرتی تھی کہ اسلام عورتوں پر ظلم کو روا رکھتا ہے، اسلام کے بارے میں میرے یہ خیالات مغربی میڈیا میں چھپنے والی خبروں اور مضامین سے تشکیل پائے تھے کیونکہ مغربی اخبارات، ٹیلی ویژن اور کتابیں ہی اس سلسلے میں میری معلومات کا ذریعہ تھیں۔

جاپان لوٹنے کے فوراً بعد مجھے دین اسلام کے براہِ راست مطالعے کا خیال پیدا ہوا اور ٹوکیو میں قائم اسلامی مرکز جا کر میں قرآن کریم کے ترجمہ کا ایک نسخہ اور کچھ اسلامی کتابیں لے آئی اور مطالعہ شروع کر دیا، میں نے سب سے پہلے پیغمبر انسانیت حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر کتاب کا مطالعہ کیا جن کی زندگی نے مجھے بہت متاثر کیا، میں نے دیکھا کہ حضرت محمدؐ بار بار عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم فرماتے ہیں، اس کے بعد مرکز اسلام جانا میرا معمول بن گیا، وہاں میں نے بعض علماء سے بھی ملاقات کی، جنہوں نے میرے ہر اس سوال کا کافی اور شافی جواب دیا جو اسلام کے بارے میں میرے دل میں کھٹکتا تھا، ان علماء کے اندر علم کی گہرائی وگیرائی، کردار کی پختگی، حالات کی نبض شناسی، خوش اخلاقی اور دوسروں کی عزت واحترام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا میں گھنٹوں ان کے ساتھ علمی بحث کرتی لیکن وہ میری ہر بات کا نہایت خوش اخلاقی اور بشاشت کے ساتھ جواب دیتے، جب کہ اپنے بعض بڑے بڑے پروفیسروں اور استادوں کے بارے میں میرا تجربہ تھا کہ وہ چند گھنٹوں کی ملاقات کے بعد ہی میری خوبصورتی پر فریفتہ ہو جاتے اور ان کے دل میں میرے جنسی استحصال کا جذبہ انگڑائی لینے لگتا تھا۔ مجھے ٹوکیو کے اسلامی مرکز میں سکونت پذیر ان علماء کی محبت ہمیشہ یاد رہے گی جو ڈیر ڈاٹر، ڈیر سسٹر (پیاری بیٹی، پیاری بہن) جیسے محبت بھرے الفاظ اور لہجے کے علاوہ کبھی مجھ سے مخاطب نہ ہوتے تھے۔ میں اپنے مطالعے کے ذریعہ اسلام کی جتنی گہرائی میں پہنچتی گئی میرا یہ احساس اور تاثر زیادہ ہوتا گیا کہ اسلام پوری دنیا کے لیے دین رحمت ہے اور اس نے انسان کی زندگی کا سب سے زیادہ متوازن نظام پیش کیا ہے، عورت کے بارے میں اسلام کی تعلیمات پڑھ کر میرے تعجب کی انتہا نہ رہی، یہ تعلیمات اس تصویر کے بالکل برعکس تھیں جو مغربی میڈیا کے ذریعہ میرے ذہن میں قائم ہوئی تھی، میں نے اس دوران بعض دیگر عالمی مذاہب کا بھی مطالعہ کیا اور پایا کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دئے ہیں وہ کسی اور مذہب نے نہیں دئے نیز میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ موجودہ معاشرتی نظام یا حقوق نسواں کی تحریکیں عورتوں کو جو حقوق دیتی ہیں یا جن کا وہ مطالبہ کرتی ہیں وہ غیر متوازن اور غیر عادلانہ ہیں، اسلام عورت کو ایک مستقل شخصیت تسلیم کرتا ہے، اس کو اپنے شوہر کے ذریعہ اپنی شناخت بنانے یا شوہر کا دست نگر رہنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ بعض دوسرے مذاہب کا حال ہے کہ وہ عورت کو شوہر کی شخصیت میں ضم ہو جانے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک عورت اپنے نام، اپنی شخصیت اور اپنے مال کے بل پر باعفت اور باعزت طریقے پر زندہ رہ سکتی ہے۔ میرے لیے اسلام کی اس تعلیم کی دریافت کسی پلانٹ (سیارے) کی دریافت سے کم نہ تھی کہ اسلام نے اب سے چودہ سو سال پہلے عورت کو حق ملکیت عطا کیا تھا اور اسے اپنے مال میں بغیر شوہر کی مداخلت کے تصرف کا حق دلایا تھا جب کہ یورپ نے چند سو سال پہلے عورت کے اس حق کو تسلیم کیا ہے وہ بھی اس احسان عظیم کے ساتھ کہ گویا وہ ہی دنیا میں سب سے پہلا عورت کا نجات دہندہ ہے۔

اس طویل مطالعہ اور گہرے غور وفکر کے بعد میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور قبول اسلام کے بعد نماز شروع کر دی۔ میں نے پچھلے رمضان کے روزے بھی رکھے ہیں اور قرآن کی کچھ سورتیں بھی یاد کی ہیں جو مجھے نماز کی اچھی طرح ادائیگی میں مدد دیتی ہیں۔ اس وقت مجھے عربی زبان سیکھنے کی لگن ہے جو میں ''مرکز اسلامی ٹوکیو'' میں سیکھتی ہوں اور کچھ عرصہ بعد مصر جا کر جامعہ ازہر میں داخلے کا ارادہ ہے۔ وہاں سے واپسی پر میری زندگی کا سب سے بڑا کام دین رحمت کی تبلیغ ہوگا جو میری آخری آرزو ہے، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اسلام کے بارے میں مغربی عورتیں غلط فہمی میں مبتلا ہیں اگر ان پر اسلام کی صحیح تعلیمات واشگاف ہوں تو لاکھوں مغربی عورتیں دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گی۔''

(بحوالہ: رابطہ اسلامک نیوز ایجنسی) ہے۔

انسانی معاشرے میں کردار کی اہمیت

محمد اکرم خاں حاتم

کردار بظاہر ایک بے قیمت چیز ہے، مگر ہمارے خیال وعمل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ عملاً ہماری ذات اور معاشرے کا تعلق ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ میں انسان اپنے کردار سے پہچانا جاتا ہے۔ کردار کا تاثر خوش نامی وبدنامی کا باعث ہوتا ہے، اس طرح یہ بہت کچھ دوسروں کے خیالات اور عمل وردعمل سے نہج بدلتا رہتا ہے۔ دوسروں کی رائے اور (ہمارے متعلق) خیال ایک طرح سے خود ہم میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اوراس طرح ہمارے عمل کا ردعمل دراصل ہمارے کردار کا معمار ہوتا ہے۔ دوسروں کا تعمیری نقد ہمیں اپنی شخصیت بنانے میں معاونت کرتا ہے۔ اس طرح فرد مجلس سے گرانقدر صلاحیتیں چمکانے کی غیر شعوری امداد مہیا کرتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ کردار کی محرک خارجی صورتحال ہوتی ہے، داخلی صلاحیتیں خارجی حالات کے بغیر اجاگر نہیں ہوسکتیں۔ داخلی صلاحیتیں ،طینت یا قدرتی خوبیاں ان جواہر پاروں کی طرح ہوتی ہیں جن کی تراش خراش لازمی ہے اور جس کے بغیر ان میں چمک دمک اور آب پیدا نہیں ہوتی۔ صحبت اغیار یا ہمارا معاشرہ ہمارے کردار کو ایک نہج عطا کرتا ہے جس پر ہم منازل حیات طے کرتے ہیں۔ اس طرح جن لوگوں سے ہمیں زندگی میں جتنا زیادہ واسطہ پڑتا ہے اسی قدر ہمارے اثرات کا لین دین ہوتا ہے۔ اس طرح صحبت ہماری زندگی میں بڑا اہم رول ادا کرتی ہے۔ ہمارے گردوپیش، جغرافیائی حالات، معاشی صورت حال، ذہنی غیر آسودگی سب مل کر معاشرے کو تیار کرتے ہیں اور فرد واحد کی شخصیت پر معاشرے کے ذریعہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ گردوپیش اور صورتحال ہمارے کردار میں اتار چڑھاؤ پیدا کرتے ہیں اور اسی صورت کا نام ماحول ہے اور اس سے اثر پذیر ہونے کی علامت ہمارا روزمرہ کا عمل ہے اور یہی روزمرہ کا عمل ہمارے کردار کی خوبی وخرابی ظاہر کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جس طرح ماحول کا اثر افراد پر پڑتا ہے، اسی طرح افراد کا طریقہ کار ماحول بناتا ہے۔ اگر ماحول برا ہے تو افراد اس کے ذمہ دار نہیں۔ اس لیے ماحول کو بنانے کے لیے انفرادی اصلاح ایک ضروری امر ہے۔ فرداً فرداً خوش روی معاشرہ کی نیک راہ پیدا کرتی ہے۔ مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر مارڈن اس ضمن میں رقمطراز ہے: ''صحبت میں بڑا اثر ہوتا ہے جو لوگ اکٹھے اٹھتے بیٹھتے ہیں ان کے اخلاق اور مذاق بھی یکساں ہوتے ہیں۔ کسی آدمی کا کریکٹر اتنا زبردست نہیں ہوتا کہ وہ اپنے گردوپیش کے حالات سے متاثر نہ ہو۔ اگر کسی خاندان کا سرپرست ہی خود غرض اجڈ اور وحشی ہو تو گھر، بیوی، بیٹے، بیٹیاں سب کے سب اسی رنگ میں رنگ جائیں گے۔ حالانکہ اگر باپ دور اندیش، سمجھدار، نیک اور خوش اخلاق ہو تو گھر کے بچے بھی ویسے ہی نیک اور فرمانبردار ہوں گے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک شائستہ، نیک اطوار اور خوش مزاج عورت اپنے سارے محلے کو نرم مزاج اور حلیم الطبع بنا دیتی ہے۔'' انسان کے کردار پر جس طرح صحبت اثر ڈالتی ہے کماحقہ اسی طور پر تعلیم بھی اپنے جوہر دکھاتی ہے۔ تعلیم سے نہ صرف ہم دوسروں کے ہزاروں سالہ تجربات معلوم کرسکتے اور ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں بلکہ قدرت کے عطا کردہ ذاتی جوہر بھی آشکارا ہوتے ہیں۔ دماغ روشن ہوتا ہے۔ خوابیدہ صلاحیتیں جاگتی ہیں اور عقل بالیدہ خیالات پختہ ہوتے ہیں۔ اس لیے انسان کو اپنی شخصیت کے خوشنما نکات کو اجاگر کرنے کے لئے صحیح تعلیم اور اعلیٰ تربیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہی ایک کلیہ ہے جو ہمارے اوصاف حمیدہ کا گنجینہ ہے۔ تعلیم وتربیت کا یہی تقاضہ ہے کہ آدمی میں ذہنی، عقلی اور عملی توازن پیدا ہو۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جو ہماری شخصیت اور کردار کو بلند کرتی ہیں، قوت فیصلہ پیدا ہوتی ہے جو زندگی کی کامیابی کا سنگ بنیاد ہے۔ کردار کے بنانے میں آدمی کی زندگی کو خوشگوار بنانے کا راز پوشیدہ ہے۔ انسان کو اس لیے مختلف خطوط اور دائروں سے

گزرنا پڑتا ہے۔ چونکہ فرد کی زندگی میں تمام پیش آنے والی حقیقتیں اس کا کردار مرتب کرتے ہیں، ہر انسان کو ایک خاص عمر اور شعور کے مطابق تعلیم و تربیت اور ماحول کی ضرورت ہے۔ پھر تعلیم و تربیت خیالات کو ہموار کرتی ہے اور کامیابی کی راہ نکالتی چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک وقت ایسی منزل آجاتی ہے جہاں سے برے بھلے میں امتیاز کرنے کی عقل سلیم پیدا ہوجاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں سے انسان کی کارکردگی جولاں ہوتی ہے اور انسان اصولی بن جاتا ہے۔ انسان کا صاحب اصول ہونا اس کے کردار کی پختگی کا ثبوت ہے۔

تعلیم ظاہری طور پر مدرسوں، کالجوں، یونیورسیٹیوں اور دیگر تربیتی اداروں میں دی جاتی ہے مگر انجانے طور پر ماں کی گود، گھر، محلّہ اور رات دن پیش آنے والی باتیں بالکل اسی طرح ہماری صلاحیتوں پر اثر انداز ہوتی ہیں جس طرح ایک نوعمر اپنے گردوپیش سے شعوری اور لاشعوری طور پر مسلسل اکتساب کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محلّہ کی خراب صحبت بچوں میں گندی عادتیں پیدا کرتی ہیں اور پھر آگے چل کر اس کا عمل اور ردعمل ہماری زندگی اور کردار میں رونما ہوتا ہے۔ ایک بچہ، بچے کی زبان خوب سمجھتا اور حاصل کرتا ہے۔ جس طرح خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔ بعینہ بچے کے اطوار پر بچوں کی عادات نقش ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسکول میں استادوں کے پڑھائے ہوئے اسباق وہ کام نہیں کرتے جو محلّہ کی صحبت کرتی ہے۔ چھوٹے بچوں کی یہ ایک فطرت ہوتی ہے کہ وہ روز مرہ کی باتوں، نقش نگار تصاویر اور کھیل کود سے بہت کچھ اپناتے ہیں۔ ایسی تصاویر یا کھیل جو جنس کو بھڑکاتے ہیں بچے پر بہت جلد اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ جنس بالغ عمری ہی سے نہیں بلکہ بالکل بچپن سے مختلف صورت میں کارفرما رہتی ہے۔ اکثر ماں اور گھر کے بزرگوں کی رموز افشاں حرکات جو وہ غیر ذمہ دارانہ طور پر بچوں کے سامنے کرتے ہیں۔ بچوں پر برا اثر ڈالتی ہیں۔ بچوں کی یہ عادت ہے کہ وہ بڑوں کی باتیں اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے بڑوں کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ چھوٹوں کے سامنے غیر ذمہ دارانہ باتیں نہ کریں، جن کے سبب کج روی اور جنسی بے راہ روی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

بچوں کی رکیک باتوں، غلیظ حرکات سے محفوظ رکھنے کے لیے کھیل کود میں مشغول رکھنا ضروری ہے۔ کھیل کود، صحت مند اور مجلسی آداب سکھانے والے ہوں تاکہ قدرتی انداز میں ان کا اخلاق پروان چڑھے۔ اسکاؤٹ اور ''ٹیم اسپرٹ'' پیدا کرنے والی تنظیمیں بڑی کارآمد اور ضروری ہیں۔ ان میں بچہ ساتھ رہنا سیکھتا ہے اور آپس داری، میل محبت کے ساتھ اپنا کردار نبھاتا ہے۔ اس بچے کی کارکردگی پر عمدہ اثر پڑتا ہے اور وہ آئندہ پیش آنے والے حالات کا سکون اور باضابطہ طور پر مقابلہ کرنے کا اہل ثابت ہوتا ہے۔ ماحول اور حالات کے مقابلے میں اصولی طور پر استوار رہنا کردار کی خوبی ہے۔ بڑی حد تک نوجوان حالات کے مقابلہ کی قوت نہ پاکر ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور کبھی کبھی یہاں تک پریشان ہوجاتے ہیں کہ خودکشی پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ یہ عمل دراصل سردگرم نہ سمجھنے کے سبب رونما ہوتا ہے۔ اگر زندگی میں آدمی نشیب وفراز سے اوائل عمر میں گزر چکا ہے تو خودکشی جیسا غیرمجلسی اور غیرذمہ دارانہ فعل سرزد ہو ہی نہیں سکتا۔

جو بچے ایام طفولیت میں زندگی کی مشکلات پر قابو پانے کی داستانیں سنتے رہتے ہیں، وہ زندگی میں پیش آنے والے حادثات کا مقابلہ کرنا خوب جانتے ہیں۔ بچے کی طبیعت کو اس طرح پختہ کردینا چاہئے کہ انقلاب کا دھارا اسے خس وخاشاک کی طرح اپنی رو میں بہا نہ لے جائے اگر تربیت بہتر ہے اور کردار مضبوط ہے تو نوجوان ہوکر آدمی چٹان کی طرح زمانہ کے سیلاب کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکے گا۔ کردار کی پختگی آدمی کو نہ صرف حالات کا مقابلہ کرنا سکھاتی ہے بلکہ اس کی شخصیت کو اجاگر کرتی ہے۔ جس کی بدولت گھر باہر، ملک وقوم میں اس کا وقار بلند ہوتا ہے۔ ایک باوقار آدمی وقت کے ساتھ اپنی خاندانی وقومی روایات کو برقرار رکھتا ہے اور اس کی زندگی میں ''کلچر'' بسا ہوا ہوتا ہے۔

(بشکریہ: راشٹریہ سہارا،)

☆☆☆

یونانی تہذیب اپنے علمی وثقافتی پس منظر کے باعث خاصی

صحت وطب

جڑی بوٹیوں اور نباتات کے عمومی فوائد

اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونان کے تحقیقی اور علمی منظرنامہ کو آج تک قابل غور اور اہم تصور کیا جاتا ہے بالخصوص طب کے نقطہ نظر سے ان کے تحقیقی نسخے آج تک بیشتر گھروں میں قابل استعمال ہیں۔ اس کی وجہ قدرتی اجزاء اور نباتات کی ان نسخوں میں شمولیت کو کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ نباتات عرصہ دراز سے اپنی ضرورت اور اہمیت، بنی نوع انسان پر منوائے ہوئے ہیں۔ جس کی صحیح تشخیص ابتدائی طور پر یونانیوں نے ہی کی تھی۔ یہ نباتات کس طرح ہماری صحت اور غذا میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، ہم میں سے بیشتر لوگ اس حقیقت سے لاعلم ہیں اس لیے اکثر ان کے استعمال میں بھی کوتاہی کر جاتے ہیں۔ ذیل میں یونانیوں کے طبی نقطہ نظر سے چند جڑی بوٹیوں اور نباتات کی ضرورت پر روشنی ڈالی جا رہی ہے جو یقیناً ہمارے قارئین کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہوگی۔

تلسی: تلسی کا پودا جغرافیائی اعتبار سے ہندوستانی پہچان رکھتا ہے۔ اسے وہاں پر مذہبی نوعیت سے مقدس اور پاکیزہ تصور کیا جاتا ہے جسے وہ ماحول کو پاک کرنے والی جڑی بوٹی قرار دیتے ہیں۔ یونانی طریقہ علاج کے مطابق اگر تلسی کے پتوں کو پانی کے ساتھ ابال کر استعمال کیا جائے تو یہ قوت مدافعت کے حصول کے لیے بہترین ہوتا ہے۔

ہری پیاز: سلاد کے علاوہ کم مرچوں کی سبزیوں کے ساتھ ہری پیاز کا استعمال ہاضم بخش غذا قرار دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی طرز کی غذا میں اس کا استعمال پیاز کی دیگر اقسام کی بہ نسبت زیادہ کیا جاتا ہے۔ اس کو بہ آسانی کم جگہ پر بھی بویا جا سکتا ہے، کیونکہ اس کا پودا چوڑائی کے بجائے لمبائی کی سمت میں بڑھتا ہے۔

ادرک: ادرک اپنی غذائی اہمیت کے باعث اکثر کھانوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ بالخصوص ایسے کھانے جن کی تاثیر بادی اور گرم ہو۔ اگر کچلی ہوئی ادرک کی جڑ کو ابال کر چائے کے ساتھ استعمال کیا جائے تو زکام، نزلے میں افاقہ ہوتا ہے۔ جبکہ تازہ ادرک کی جڑ قوت مدافعت کے حصول کا بہترین علاج قرار دی جاتی ہے۔ تاہم یہ حرارت اور گرمی سے بھرپور جڑی بوٹی ہے، اس لیے ایسے افراد جنہیں معدے میں تیزابیت کا مسئلہ ہو اس کا استعمال معالج کے مشورے سے ہی کریں۔

سونف: قدیم یونانی طریقہ علاج کے لیے ادویات میں زیرہ کا استعمال خصوصی طور پر کیا جاتا ہے۔ بالخصوص موٹاپے، بادی پن۔ اور درد شکم کے لیے اسے سونف کی شکل میں استعمال کیا جاتا ہے۔ سونف کی کچی حالت میں استعمال کرنے سے تاثیر زیادہ تیز اور سودمند ہوتی ہے جبکہ زیرے کو پکا کر کھانوں اور سوپ میں استعمال کیا جاتا ہے، اسے ہاضم بخش غذا بھی قرار دیا جاتا ہے۔

ساج: یونانی ساج چائے کو خراب گلے، معدے کی خرابی کے لیے سودمند قرار دیتے ہیں، بالخصوص یہ ٹماٹر اور پنیر کے کھانوں کا مزہ دوبالا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ دیگر جڑی بوٹیوں کی بہ نسبت یہ سوکھ کر زیادہ خوشبودار تاثیر دیتا ہے۔ اس لیے اسے سکھا کر کھانوں پر چھڑکا جاتا ہے۔

دھنیا: دھنیا کو مختلف طریقوں سے استعمال میں لایا جاتا ہے، اس کا تیل نکال کر اور سکھا کر بھی کھانوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہ درد شکم کے لیے بہترین ہے جبکہ پاستا، چاول اور مختلف چٹنیوں میں اسے تازہ حالت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

پودینہ: پودینے کی کئی اقسام ہوتی ہیں، جو سیب کے پودینے سے لے کر لیموں کے پودینے تک پر محیط ہیں، بالخصوص سردیوں میں پودینے کی چائے کو غذائیت بخش مانا جاتا ہے۔ یونانی اسے گرمیوں میں ہاضم بخش قرار دیتے ہیں۔ ہمارے یہاں اس کی اسی تاثیر کے باعث چٹنیوں میں بہ کثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ اسے سکھا کر سلاد پر بھی چھڑکا جا سکتا ہے۔

میتھی: یونانی اسے خوشی کی غذا قرار دیتے ہیں، یہ جڑی بوٹی جراثیم کش خصوصیت کے باعث مقبولیت کی حامل ہے۔ اسے گرمیوں میں تازہ اور سردیوں میں خشک اور سوکھی حالت میں استعمال کیا جاتا ہے، جنگلی میتھی اپنے تیز ذائقے کے باعث زیادہ مزیدار قرار دی جاتی ہے۔

لیموں کی گھاس: عرب ممالک میں عرصہ دراز سے بخار

کے علاج کے لیے اسے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ یونانیوں کا عقیدہ ہے کہ لیموں کی گھاس کی خوشبو افسردگی، اور ذہنی دباؤ سے نجات دلاتی ہے، اس کے پودے کے موٹے اور نچلے تنے کو چھیل کر اور بھاپ دے کر یا کتر کر استعمال کرنے سے افاقہ ہوتا ہے۔ بالخصوص چائے میں اس کا ذائقہ مزید ارتاثیر دیتا ہے۔

ساتھ ہی اس کے رس کو بہترین ہاضم بخش قدرتی غذا سمجھا جاتا ہے۔ یہ جڑی بوٹیاں ہمارے گھروں میں بآسانی دستیاب ہیں جن کا استعمال بعض توہمات اور مفروضوں کے باعث یا تو ہم کم کرتے ہیں یا بالکل ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے قدرتی اجزاء ہماری ہی صحت کے لیے مفید ہیں۔ اگر مناسب اور متوازن انداز میں ان کا استعمال کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جائے بغیر ہی گھر پر عمومی نوعیت کی بیماریوں سے بہ آسانی نمٹا جا سکے۔

☆☆☆

پتھری کا گھریلو علاج

پیاز کے رس میں چینی ڈال کر مشروب بنا کر دس پندرہ دنوں تک پینے سے پتھر کٹ کٹ کر باہر نکل جاتی ہے۔ چولائی کی سبزی معمول سے کھانے سے بھی پتھری اندر ہی اندر گل جاتی ہے۔ پتھری میں بھتوے کا ساگ یا اس کا سوپ پینے سے بھی بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کھیرے، گاجر، اور جامن کا رس پتھری میں بہت فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ رات کو چنے کی دال بھگو کر صبح صبح شہد کے ساتھ پینے سے پتھر گلنے لگے گی۔ مولی کے ۳۵ گرام بیج نصف کلو پانی میں ابال لیں، جب پانی آدھا رہ جائے تو اسے چھان کر پییں۔ اگر اسے معمول سے ۳۰ دنوں تک استعمال کیا جائے تو پتھری گل جاتی ہے۔ اس طرح مولی کا رس اور اس کا پتہ چبا چبا کر کھانے سے چالیس دنوں کے اندر پتھر پیشاب کے ساتھ باہر نکل جاتی ہے۔ پتھری ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ پانی پییں۔ بارلی واٹر بھی پتھری کے مرض میں بہت کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ ☆☆☆

چاول کی بھوسی کا تیل

۱۔ چاول کی بھوسی کا تیل جلد کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اس سے جلد پر جھریاں پڑنے میں تاخیر ہوتی ہے۔

۲۔ سائنسی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ چاول کی بھوسی کا تیل قلب کی صحت کے لیے معاون ہے۔

۳۔ چاول کی بھوسی کا تیل جسم کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ اس میں مانع تکسید قدرتی جز (ٹوکوفیرال، وٹامن ای) موجود ہے۔

۵۔ چاول کی بھوسی کا تیل دیگر تیلوں کے مقابلے میں ۱۵ فیصد کم انجذابی خصوصیت رکھتا ہے۔ جس کے باعث کم صرف ہوتا ہے۔

۶۔ یہ تیل بہتر کولیسٹرال میں اضافہ کرتا ہے۔ خراب کالیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائیڈ کو کم کرتا ہے۔

۷۔ چاول کی بھوسی کے تیل کے استعمال میں اضافہ سے کولیسٹرال اور ٹرائی گلیسرائیڈ میں اندرون ایک ماہ کمی ہوتی ہے۔

۸۔ چاول کی بھوسی کا تیل ہندوستان میں اگنے والے چاول کی بھوسی سے تیار کیا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ دیسی ضرورت کے لیے جو خوردنی استعمال کیا جاتا ہے اسے ملیشیا سے درآمد کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

چمک دار دانت

مضبوط اور چمک دار دانتوں کے لیے وٹامن اے اور ڈی ضروری ہیں۔ یہ بھی دودھ، مچھلی اور گوشت میں ملتے ہیں۔ وٹامن سی، کیلشیم اور فولاد دانتوں کی مضبوطی کے لیے ضروری ہے۔ ان کے لیے سنگترہ، مالٹا، لیموں، کچی بند گوبھی، گاجر اور ٹماٹر کھائیے۔ کیلشیم کے لیے گولیاں بھی لی جا سکتی ہیں، لہسن میں فلورائڈ نامی جز دانتوں کو سفیدی عطا کرتا ہے۔ دانتوں کو ورزش کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اس مقصد کے لیے سخت سیب و ناشپاتی، گاجر اور گنڈیری مفید ہے۔

چمکتے بال

چمک دار ریشمی بالوں کے لیے وٹامن بی ضروری ہے۔ یہ کلیجی، گردے، مونگ پھلی اور انڈے سے ملتی ہے۔ اپنی خوراک میں دودھ، دہی یا پنیر کی کافی مقدار شامل کریں۔ گندھک ہمارے بالوں کو چمک عطا کرتی ہے۔ اس کے لیے کچی پھول گوبھی، شلجم اور بند گوبھی کھائیے۔ سمندری مچھلی میں بھی کافی گندھک پائی جاتی ہے۔ فولاد اور تانبے کے اجزا بالوں کی رنگت برقرار رکھتے ہیں۔ اور یہ خشک آلو بخارا اور انگور و کشمش، منقی اور بادام سے ملتے ہیں۔ ☆☆☆